<"xml encoding="UTF-8?>

آیت تطہیر کے مصداق پنجتن (علیہم السلام)

وَ قَر نَ فِی بُیُو تِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّج نَ تَبَرُّجَ الۡ جَاہِلِیَّۃِ الۡ اُوۡ لٰی وَ اَقِم نَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِی نَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِع نَ اللّٰہَ وَ رَسُو لَہٗ ؕ اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ
لِیُذۡ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہۡ لَ الۡ بَی تِ وَ یُطَہِّرَکُم تَط ہِی رًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ اور اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنے آپ کو نمایاں کرتی نہ پھرو نیز نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اللہ کا ارادہ بس یہی ہے ہر طرح کی ناپاکی کو اہل بیت ! آپ سے دور رکھے اور آپ کو ایسے پاکیزہ رکھے جیسے پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

تشریح کلمات

قَر نَ:

(ق ر ر) قَرَّ کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانے کے ہیں۔

تَبَرُّجَ:
(ب ر ج) التبرج ظاہر ہونا۔
تفسیر آیات
۱۔ وَ قَر نَ فِی بُیُو تِکُنَّ: اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو۔ جناب مودودی کا ترجمہ ہے: اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔ یہ حکم تمام عورتوں کے لیے ہے لیکن خطاب رسولؐ کی ازواج سے ہے چونکہ نفاذ اسلام کی ابتدا اس کے داعی کے گھر سے ہونی چاہیے۔
عورت کا وقار، عزت اور عظمت اس کی عفت میں پوشیدہ ہے اور اسے تحفظ گھر ہی میں ملتا ہے۔ چنانچہ عورتوں کا بیرون خانہ عفت کے منافی سرگرمیوں میں شریک ہونے کا نتیجہ ایک المیہ ہے۔
۲۔ وَ لَا تَبَرَّجۡ نَ تَبَرُّجَ الۡ جَاہِلِیَّۃِ: اس آیت کریمہ میں دو لفظوں کے معنی قابل توجہ ہیں: تبرج اور جاھلیت اولیٰ۔
تبرج برج ظاہر اور نمایاں ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے حسن وجمال، چال ڈھال اور زیب و زینت نمایاں کرے کہ غیر مردوں کی نگاہ پڑ سکے۔
مولانا مودودی اس جگہ لکھتے ہیں:
عورت کی بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں جو بڑی سی بڑی دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا لیکن یہ استدلال جو پیش کرتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ کا اپنا خیال اس باب میں کیا تھا؟ عبد اللّٰہ بن احمد بن حنبل نے الزھدین الزھدین، ابن المنذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی

کتابوں میں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت وَ قَر نَ فِی بُیُو تِکُنَّ پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک ان کا دوپٹہ بھیک جاتا تھا کیونکہ اس پر انھیں اپنی غلطی یاد آتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی۔

چنانچہ حضرت عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے مکہ میں ام المومنین ام سلمہ سے اس جنگ میں ساتھ دینے کے لیے کہا تو ام سلمہ نے کہا:

قد جمع القرآن ذیلک فلا تندحیہ۔ (بلاغات النسآ ص۱۵)

قرآن نے تمہارا دامن سمیٹا ہے تو اسے مت پھیلاؤ۔

۲۔ الا جَاہِلِیَّۃِ الا اُو لٰی: اسلام آنے سے پہلے زمان جاہلیت کی عورتوں کی طرح نہ نکلو چونکہ جاہلیت میں بے پردگی کے ساتھ بے عفتی عام تھی۔ جاہلیت سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام آنے سے پہلے تھی اور اسلام آنے کے بعد جاہلیت پر عمل کرنے والے جاہلیت ثانیہ کے مرتکب ہوں گے۔ چنانچہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

ستکون جاهلیة اخری۔۔۔ (بحار الانوار:۲۲: ۱۸۹)

دوسری جاہلیت آنے والی ہے۔

آج ہر شخص کو نظر آتا ہے کہ دوسری جاہلیت شروع ہو چکی ہے بلکہ اپنی جاہلیت کو پیش کرنے کے لیے جو وسائل و ذرائع آج کل کی دوسری جاہلیت کے پاس ہیں وہ جاہلیت اولٰی کے پاس نہ تھے۔

۳۔ وَ اَقِم نَ الصَّلٰوۃَ: اگرچہ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم عام مسلمانوں کے لیے بھی

ہے تاہم ازواج رسول کے لیے ان کے مراتب اور رسالت سے قربت کی وجہ سے زیادہ تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیۡ دُ اللّٰہُ لِیُذۡ ہِبَ عَنۡ کُمُ الرِّجۡ سَ اَہۡ لَ الۡ بَیۡ تِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡ ہِیۡ رًا:

اس آیہ شریفہ میں سب سے پہلے ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ یہاں اہل بیت علیہم السلام سے مراد کون ہیں:

اَہۡ لَ: پہلے ہم قرآنی استعمالات کا ذکر کرتے ہیں کہ لفظ اہل کن معنوں میں استعمال ہوا ہے:

I۔ زوجہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں فرمایا: وَ سَارَ بِاَہۡ لِہٖۤ ۔۔۔ (۲۸ قصص: ۲۹) یہاں اہل سے مراد زوجۂ موسیٰ علیہ السلام ہے۔ قَالَتۡ مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَہۡ لِکَ سُوۡٓءًا۔۔۔ (۱۲یوسف:۲۵) یہاں اہل سے مراد عزیز مصر کی زوجہ ہے۔

ii۔ خاندان: جس میں اولاد و ازواج دونوں شامل ہیں۔ چنانچہ فرمایا: اِنَّا مُنَجُّوۡ کَ وَ اَہۡ لَکَ اِلَّا امۡ رَاَتَکَ کَانَتۡ مِنَ الۡ غٰبِرِیۡ نَ۔ (۲۹العنکبوت:۳۳)

iii۔ قریبی رشتہ دار اور قبیلہ کے افراد: اس معنی میں فرمایا: وَ اِنۡ خِفۡ تُمۡ شِقَاقَ بَیۡ نِہِمَا فَابۡ عَثُوۡ ا حَکَمًا مِّنۡ اَہۡ لِہٖ۔۔۔ (۴ النساء: ۳۵) وَ شَہِدَ شَاہِدٌ مِّنۡ اَہۡ لِہَا (۱۲ یوسف: ۲۶) پہلی آیت میں اہل سے مراد زن و شوہر کے رشتہ دار ہیں۔ دوسری آیت میں عزیز مصر کے رشتہ دار ہیں۔ کہتے ہیں جس نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی تھی وہ عزیز مصر کا بھانجا یا چچازاد بھائی تھا۔

iv۔ اولاد: جیسا کہ ارشاد ہے: فَاسۡ تَجَبۡ نَا لَہٗ فَکَشَفۡ نَا مَا بِہٖ مِنۡ ضُرٍّ وَّ اٰتَیۡ نٰہُ اَہۡ لَہٗ وَ مِثۡ لَہُمۡ مَّعَہُمۡ ۔۔۔ (۲۱ انبیاء: ۸۴) یہاں اہل سے مراد اولاد

ہے۔ چنانچہ ایوب علیہ السلام کو دوگنی اولاد دی گئی۔
۷۔ صاحب عمل: کسی عمل کے انجام دینے والے کو بھی اہل کہتے ہیں۔
جیسے اہل الکتاب، اہل علم : وَ لَا یَحِیۡقُ الۡمَکۡرُ السَّیِّیُٔ اِلَّا بِاَہۡلِہٖ۔۔۔ (۳۵ فاطر: ۴۳)
بیت: عربی محاورے میں انسان جس چیز کی پناہ میں ہوتا ہے اسے بیت کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حسب و نسب کو بیوت کہتے ہیں اور بیوتات العرب کہ کر انساب مراد لیتے ہیں۔ (مجمع البیان ذیل آیہ)
لسان العرب میں آیا ہے:
بیت العرب شرفھا۔
بیت العرب سے شرف العرب مراد لیتے ہیں۔
آگے لکھتے ہیں:
البیت من بیوتات العرب الذی یضم شرف القبیلۃ کآل حصن الفزاریین ۔
عرب بیوتات کا محاورہ قبائلی شرافت کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔
ان استعمالات سے یہ بات سامنے آگئی کہ لفظ اَہۡلَ کے مطلق استعمال سے معنی و مطلب کا تعین نہیں ہوتا۔ جب یہ لفظ بیت کی طرف اضافہ ہو گا اہل البیت تو گھر کے اندر رہنے والے سب افراد شامل ہوں گے خواہ وہ اس گھر کے نوکر ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا لفظ اہل کے دائرہ استعمال کی وسعت کے پیش نظر ہر استعمال کے ساتھ ایک قرینہ ہوتا ہے جس سے اس کے اطلاق کی تقیید ہو جاتی ہے۔
یہ طریقہ درست نہیں ہے کہ معنی کے تعین کے لیے ان استعمالات میں سے ایک استعمال کو پیش کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ قرآن میں ایک

دو جگہ اہل سے مراد زوجہ لی گئی ہے لہٰذا یہاں بھی زوجات ہی مراد ہیں، جیسا کہ بعض اہل قلم ایسا کرتے ہیں۔ اس طرز استدلال کا لازمہ یہ ہو گا کہ اگر ایک دو جگہ اہل کا لفظ زوجہ کے لیے استعمال ہوا ہے، ہر جگہ اس لفظ سے زوجہ ہی مراد ہو، اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اَہ لَ الْ بَیْ تِ کون ہیں؟ قرآن میں ایک تعبیر مختلف معانی میں استعمال ہوتی ہے تو ان معانی میں سے ایک معنی کے تعیّن کے لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کریں گے جن کے قلب پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسی آیت کی کوئی تشریح نہ آئی ہو تو ہم سیاق و سباق و دیگر علامات کی طرف رجوع کریں گے۔

واضح رہے قرآن کی تفسیر و تشریح کے لیے سیاق و سباق پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدم ہے چونکہ سیاق و سباق سے مطلب ظاہراً اور سنت رسولؐ سے صراحتاً سمجھا جاتا ہے۔ فتقدم السنۃ علی السیاق تقدم النص علی الظہور۔

نیز اگر قرآن، سنت نبوی کے بغیر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بقول بعضے قرآن اس کشتی کی مانند ہو کر رہ جائے گا جس کا ناخدا نہ ہو۔

ہم نے بہت سے مقتدر مفسرین کو دیکھا ہے کہ وہ ایک ضعیف ترین روایت کی وجہ سے قرآن کی صریح نص کے خلاف جاتے ہیں۔ ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں: سورۂ انعام کی ان آیات کو پڑھیے:

وَ اِن یَّرَو ا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤ مِنُو ا بِہَا ؕ حَتّٰۤ ی اِذَا جَآءُو کَ یُجَادِلُو نَکَ یَقُو لُ الَّذِیۡ نَ کَفَرُو ا اِن ہٰذَا اِلَّا اَسَاطِیۡ رُ الۡ اَوَّلِیۡ نَ وَ ہُم یَنۡ ہَو نَ عَنۡ ہُ وَ

یَنۡ ـَٔوۡ نَ عَنۡ ہُ ۚ وَ اِنۡ یُّہۡ لِکُوۡ نَ اِلَّاۤ اَنۡ فُسَہُمۡ وَ مَا یَشۡ عُرُوۡ نَ (٦ انعام:٢٥۔ ٢٦)
اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں پھر بھی ان پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ یہ (کافر) آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑتے ہیں، کفار کہتے ہیں: یہ تو بس قصہ ہائے پارینہ ہیں۔ اور یہ (لوگوں کو) اس سے روکتے ہیں اور (خود بھی) ان سے دور رہتے ہیں اور وہ صرف اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں مگر اس کا شعور نہیں رکھتے۔
ان آیات میں وَ ہُمۡ یَنۡ ہَوۡ نَ عَنۡ ہُ میں وَ ہُمۡ کی ضمیر صریحاً ان مشرکین کی طرف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھگڑتے ہیں لیکن بعض مفسرین اس ضمیر کو اس شخصیت کی طرف لوٹاتے ہیں جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کی ہے۔ یعنی قرآن کی اس صراحت کے خلاف بعض مفسر حضرات یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ وَ ہُمۡ سے مراد حضرت ابو طالب علیہ السلام ہیں جب کہ وَ ہُمۡ کی ضمیر اس چیز کی طرف جاتی ہے جو اس سے پہلے لفظاً یا حکماً مذکور ہو۔ اس سے پہلے مشرکین کا لفظ مذکور ہے۔ ان کی طرف ضمیر کا جانا نص صریح ہے۔ اس کے باوجود ایک مجہول راوی حبیب بن ابی ثابت اور دیگر صحیح روایات کے ساتھ متصادم روایت کی بنا پر قرآن کی اس صراحت کے خلاف جاتے ہیں۔
اس سلسلے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ قرآن کی نص صریح کے خلاف کسی روایت کو قرآن کے ساتھ متصادم تصور کیا جائے گا اور اس روایت کو رد کیا جائے گا۔

اگر کوئی روایت نص کے نہیں، ظاہر قرآن کے خلاف ہے تو اس صورت میں اگر اس ظھور کے خلاف سنت ثابتہ موجود ہے تو ہم قرآن کے سیاق و سباق اور دیگر ظھور سے ہاتھ اٹھائیں گے لیکن روایت ضعیف ہونے کی صورت میں ہم قرآنی ظھور کے خلاف نہیں جائیں گے۔

آیۂ تطہیر میں تین باتیں ہمارے پیش نظر ہیں: ایک یہ کہ اَہ لَ کے معانی میں سے ایک معنی کے تعین کے لیے سنت ثابتہ پر مشتمل دلیل کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ دوسری یہ کہ آیت میں سیاق و سباق اگر ہے تو اس بارے میں سنت ثابتہ کی طرف رجوع کرنا ہو گا کہ کیا سنت ثابتہ سیاق کے مطابق ہے یا نہیں۔ تیسری بات خود سیاق کے بارے میں بحث ہو گی۔

ہم اَہ لَ ال بَی تِ میں معنی مقصود کے تعین کے لیے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حدیث چونکہ مفسر قرآن ہے تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ملے گی کہ اہل البیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ اس حدیث کو اہل سنت نے چالیس طرق سے اور شیعہ نے کم سے کم تیس طرق سے روایت کیا ہے۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا تو اس پر اجماع ہے۔ یہاں ہم چند ایک طرق کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

i۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں: یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی: اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ لِیُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ ال بَی تِ وَ یُطَہِّرَکُم تَط ہِی رًا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام کو بلایا اور ان پر کساء ڈال دی پھر فرمایا:

اللهم هؤلاء اهل بیتی۔

اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت۔

حضرت ام سلمہ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں بھی اہل البیت میں سے نہیں ہوں؟ فرمایا:

انک علی خیرانک من ازواج النبی۔

تم خیر پر ہو تم ازواج نبی میں ہو۔

اس مضمون کی حدیث مختلف لفظوں میں درج ذیل نو شخصیات نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی ہے:

الف۔ عطا بن یسار ۔ ملاحظہ ہو المستدرک ۔

ب۔ شہرب بن حوشب ۔ ملاحظہ ہو المعجم الکبیر، تفسیر طبری ذیل آیہ۔

ج۔ ابو سعید خدری ۔ دیکھیے تفسیر طبری، مشکل الآثار ۔

د۔ ابوھریرۃ۔ رجوع ہو: تفسیر طبری ۔

ھ۔ ابو لیلیٰ ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل حدیث ۲٦۵۵۱۔

و۔ حکیم بن سعد ۔ ملاحظہ ہو المعجم الکبیر ۲۳: ۳۲۷

ز۔ عبد اللہ بن وھب ابن زمعہ ملاحظہ ہو تفسیر طبری ذیل آیہ۔

ک۔ عمرۃ الھمدانیۃ ۔ ملاحظہ ہو مشکل الآثار ۔

ل۔ والد عطیہ طفاوی ۔ ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ٦: ۳۰۴۔

ii۔ سعد بن ابی وقاص ۔ ان کی روایت ملاحظہ ہو سنن نسائی ۵: ۱۰۷۔ مستدرک ۲: ۱۱۷ حدیث نمبر۴۵۷۵

iii۔ حضرت ام المومنین عائشہ ۔ ان کی روایت ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ذیل آیہ۔

iv۔ عمر بن ابی سلمہ ۔ ملاحظہ ہو سنن ترمذی ۔

v۔ ابو سعید خدری ۔ ان کی روایت میں نہایت صراحت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ھذه الایۃ فی خمسۃ فیّ و وفی علی و حسن و حسین و فاطمہ۔

یہ آیت پنجتن کی شان میں ہے۔ یعنی میرے اور علی اور حسن و حسین و فاطمہ کی شان میں ہے۔
ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ذیل آیہ۔ تفسیر ابن ابی حاتم ذیل آیت۔
vi۔ عبد اللہ بن عباس ۔ ان کی روایت ملاحظہ ہو سنن نسائی ۵: ۱۱۲ حدیث ۸۴۰۹
vii۔ الامام حسن علیہ السلام ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:
ہم وہ اہل بیت ہیں جن کی شان میں اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ۔۔۔ نازل ہوئی۔

ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ذیل آیہ۔ المعجم الکبیر طبرانی ۳: ۹۳۔

viii۔ امام حسین علیہ السلام۔ آپؑ نے ایک شامی سے فرمایا:

کیا تو نے سورۂ احزاب میں اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔ پڑھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ کیا وہ آپ لوگ ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

ix۔ وائلہ بن اسقع ۔ ملاحظہ ہو مصنف ابی شیبہ حدیث ۳۲۱۰۳۔ مسند احمد بن حنبل ۴: ۱۰۷

x۔ عبداللّٰہ بن جعفر ۔ ملاحظہ ہو المستدرک ۳: ۱۴۸

xi۔ حضرت براء بن عازب۔ المعجم الکبیر طبرانی ۲۳:۳۹۶۔ حدیث نمبر ۹۴۷۔ اس روایت میں آیا ہے: ھؤلاء عترتی و اھلی ۔

xii۔ ابوالحمرا بلال بن حارث مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مسند ابی شیبہ صفحہ ۲۳۲ حدیث ۷۲۰۔۷۲۲

xiii۔ انس بن مالک۔ مسند احمد بن حنبل ۳: ۱۰۹

xiv۔ زینب بنت ام سلمہ۔ المعجم الکبیر طبرانی ۲۴: ۲۸۱۔ حدیث ۷۱۳

xv۔ معقل بن یسار۔ سنن ترمذی باب مناقب اہل بیت ۔

مخالف روایتیں: صحیح السند متعدد طرق سے ثابت ہے کہ آیۂ تطہیر پنجتن علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ چند ایک متروک السند روایات کا بھی ذکر آتا ہے جو ان صحیح السند روایتوں کے خلاف ہیں۔ ان کا بھی ذکر ضروری ہے:

۱۔ عِکْرمہ: حضرت ابن عباس کا غلام۔ اس بات کا قائل تھا کہ یہ آیت صرف ازواج کی شان میں ہے۔ یہاں تک وہ بازاروں میں اعلان کرتا تھا:

لیس بالذی تذھبون الیہ انما ھو نساء النبی۔

تمہارا نظریہ درست نہیں ہے بلکہ یہ نبی کی ازواج کی شان میں ہے۔

چنانچہ عکرمہ کا اعلان بتاتا ہے کہ اس زمانے میں سب لوگوں کا نظریہ تھا کہ یہ پنجتن علیہم السلام کی شان میں ہے۔

عکرمہ کون ہے؟ یہ حضرت عبد اللہ بن عباس کا غلام اور خارجی تھا اور مغربی عرب میں خارجیت کو اسی نے رواج دیا ہے۔ (٦ تہذیب التہذیب ۷: ۲٦۷) قابل توجہ بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام مالک اور مصعب الزبیری نے کہا ہے: وہ صفریہ خوارج میں سے تھا۔ اسی نے مغری عرب میں خوارج کے عقائد پھیلائے (سیر اعلام النبلاء ۳: ۲۰ ۳٦)۔ خوارج کا فرقہ صفریہ تمام غیر خوارج کو کافر سمجھتا ہے لہٰذا عکرمہ، خارجی المذہب ہونے کے اعتبار سے اہل بیت علیہم السلام کا بدترین دشمن تھا۔

اس نے عبد اللہ بن عباس کا غلام ہونے سے فائدہ اُٹھا کر جھوٹی روایات ان کی طرف منسوب کیں یہاں تک کہ ضرب المثل بن گیا۔ چنانچہ عبد اللّٰہ بن عمر اپنے غلام نافع اور سعید المسیب اپنے غلام برد سے کہتے تھے:

لا تکذب علیَّ کما کذب عکرمۃ علی بن عباس۔ (تہذیب التہذیب ۷: ۲٦۷)

میری طرف جھوٹی نسبت نہ دو جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف نسبت دی ہے۔

حتیٰ کہ حضرت ابن عباس کے صاحبزادے علی بن عبد اللہ نے عکرمہ کو اصطبل کے دروازے پر باندھ کر رکھا تھا۔ عبد اللہ بن حارث کہتے ہیں: میں نے کہا: کیا تم اپنے غلام کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ جواب میں کہا: ان ھذا یکذب علی ابی۔ یہ میرے والد کی طرف جھوٹی نسبت دیتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۷: ۲٦۸)

اسی لیے اصحاب رجال نے اسے کذاب، خبیث، قلیل العقل کہا ہے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ۷: ۲٦۷۔ جب عکرمہ مر گیا تو اس کا جنازہ اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ چار کرایے کے لوگوں سے اُٹھوایا گیا۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء صفحہ ۳۴۔

دوسرا راوی مقاتل بن سیلمان ہے۔ اس کے بارے میں اصحاب رجال کے یہ الفاظ ہیں: فاسق فاجر ہے۔ خارجۃ اسے جائز القتل سمجھتے تھے۔ وکیع اسے کذاب کہتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰: ۲۸۰۔۲۸۱) نسائی نے اسے مشہور کذابوں میں شمار کیا ہے۔ (وفیات الاعیان ۷: ۲٦۸)

۲۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ آیۂ تطہیر ازواج کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اس روایت کے راویان میں بعض مجہول ہیں اور بعض کا کتب رجال اور جرح و تعدیل میں کوئی ذکر تک نہیں ہے اور بعض راوی کذاب ہیں۔ اس روایت کے راویان ابا یحییٰ الحمانی اور خصیف کے بارے میں تہذیب التہذیب

٦: ١٢٠، الکاشف ۱: ۲۸۰ ملاحظہ ہو۔

جب کہ عبد اللہ بن عباس کی صحیح السند روایت میں کہا ہے کہ آیۂ تطہیر پنجتن علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا صحیح السند روایت کے مقابلے میں ان ضعیف اور مجہول الحال و کذاب راویوں کی روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۳۔ واثلہ بن اسقع کی روایت: واثلہ کی ایک روایت کے آخر میں یہ جملہ بھی آیا ہے : وائلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں؟ تو فرمایا: وانت من اھلی۔ ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں سے ہے۔ (تفسیر طبری ذیل آیہ)

اولاً تو واثلہ کی وہ روایت ہمارے سامنے ہے جس میں یہ آخری جملہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو المستدرک ۳:۱۴۷۔ السنن الکبری ۲: ۱۵۲۔ مسند احمد ۴: ۱۰۷ ثانیاً خود واثلہ بن اسقع کی شخصیت ان کی چند ایک دیگر روایات سے سامنے آتی ہے۔

واثلہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الامناء عند اللہ ثلاثۃ: انا و جبرئیل و معاویۃ۔ (اللئالی المصنوعۃ ۱: ۴۱۷)

اللہ کے نزدیک امین تین ہیں: میں، جبرئیل اور معاویہ۔

۴۔ ام المومنین ام سلمہ کی ایک روایت کے آخر میں آیا ہے: ام سلمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کیجیے تو رسول اللہؐ نے فرمایا: انک من اھلی تو بھی میرے اہل بیت میں شامل ہے۔ (تفسیر طبری ذیل آیہ)

یہ روایت اس کے راویان موسیٰ بن عقوب اور خالد بن مخلد کی وجہ سے قابل اعتنا نہیں ہیں۔ یہ روایت ان صحیح السند روایات کے خلاف ہے جس میں حضرت ام سلمہ کو اہل کساء میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی لہٰذا قابل توجہ نہیں ہے۔

۵۔ اسید الساعدی کی روایت: اس روایت میں کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے ابن عباس اور اپنے اوپر ایک چادر ڈال دی پھر فرمایا:

یا رب ھذا عمی و صنوابی وھؤلاء اھل بیتی فاسترھم من النار کسترتی ایاھم بملاء تی ہذہ فامنت اسکفۃ الباب و حوائط البیت فقال آمین و ھی ثلاثا۔ (الصواعق المحرقہ : ۱۴۴)

اے مالک! یہ میرے چچا، میرے والد کے بھائی ہیں یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو آتش سے ایسے چھپا لے جیسا کہ میں نے اپنی چادر سے چھپایا ہے۔ دروازے کی چوکھٹ اور دیواروں نے تین مرتبہ آمین کہا۔

اس روایت کی سند میں واقع رجال میں محمد بن یونس الکدیمی جعلی حدیث بنانے میں ماہر کذاب ہے۔ (دلائل النبوۃ بیہقی ٦: ٧١)

ایک اور سند سے بھی یہ روایت آئی ہے جس کی سند میں عبد اللہ بن عثمان ہے جس کے بارے میں ماہرین رجال کہتے ہیں: یروی احادیث مشتبھة یہ مشتبہ احادیث بیان کرتا ہے۔ (لسان المیزان ۳: ۳۶۸) دیگر بعض نے اسے منکر الحدیث ، بعض نے مجہول کہا ہے۔ (تہذیب ۵: ۳۴۲)

سب سے اہم یہ کہ اس قسم کی ضعیف روایتیں ان معنوی تواتر سے ثابت احادیث کے خلاف ہیں جن سے اہل البیت کا تعین ہوتا ہے۔

احاطہ خانہ کے اندر، احاطۂ چادر یا گھر کے اندر گھر: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کساء (چادر) کو ایک احاطہ اور چار دیواری کی شکل دینے کے بعد اس میں موجود افراد کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا:

اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی۔

اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت۔

اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قولاً و عملاً اہل بیت کا تعین فرمایا۔

چادر کے احاطے میں لیے بغیر اگر اشارہ فرماتے تو بہت سے لوگ اپنے آپ کو بھی مشار الیہ سمجھنے لگ جاتے کہ ہم بھی تو گھر میں موجود تھے۔ لہٰذا گھر کے اندر ایک گھر بنایا، پھر فرمایا: ھولاء اھل بیتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جملے سے ہم بھی وہی سمجھیں گے جو ازواج نے سمجھا ہے۔ اگر کساء (چادر) کی احاطہ حد بندی نہ ہوتی اور چادر کے باہر موجود افراد بھی اہل بیت میں شامل ہوتے تو یہ افراد چادر کے اندر داخل ہونے کی خواہش نہ کرتے۔ اس خواہش کے جواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس سے اہل بیت کا تعین واضح ہو جاتا ہے۔

۱۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ سے فرمایا:

انک من ازواج النبی۔ (مشکل الآثار ۱: ۲۳۳۔ تفسیر ابن کثیر جامع الاصول ۱۰: ۱۰۰۔ الدرالمنثور ۵: ۱۹۸)

تمہارا شمار ازواج نبی میں ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری روایت کے مطابق ام سلمہ سے فرمایا:

انت علی یمکانک انت علی خیر۔

تم اپنی جگہ رہو۔ تو خیر پر ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ کی روایت میں عائشہ نے کہا:

فدنوت منہم فقلت: یا رسول اللہ و انا من اھل بیتک؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم تنحی فانک علی خیر۔ (تفسیر ابن کثیر ذیل آیت)

جب رسول اللہ نے ھؤلاء اھل بیتی فرمایا تو میں نزدیک چلی گئی اور عرض کیا: کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں شامل ہوں؟ حضور نے فرمایا: ایک طرف ہو جا۔ تو خیر پر ہے۔

ازواج کے اہل بیت میں شامل نہ ہونے کے بارے میں جو بات آج کل کے اہل قلم کے لیے مسلم ہے وہ حضرت عائشہ کے لیے مسلم نہیں ہے اور سوال کرنے پر حضور نے تنحی ایک طرف ہو جاؤ فرما کر بات واضح فرمائی۔

حضرت زید بن ارقم سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون لوگ ہیں؟ کیا ان سے مراد ان کی ازواج ہیں؟ انہوں نے کہا:

لا، وایم اللہ ان المراۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا و قومھا، اھل بیتہ اھلہ و عصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔ (صحیح مسلم باب فضائل علی)

نہیں اللہ کی قسم! بیوی تو ایک مدت تک مرد کے ساتھ رہتی ہے، پھر اسے طلاق دی جاتی ہے تو اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس چلی جاتی ہے۔ ان کے اہل بیت ان کے اہل اور قبیلہ کے رشتہ دار ہیں جن پر ان کے بعد صدقہ حرام ہے۔

مسند احمد ۵: ۲۹۲ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے بھی داخل ہونے کے لیے چادر اٹھائی تو حضور نے چادر میرے ہاتھ سے چھین لی اور فرمایا: انک علی خیر۔

۴۔ اس سے زیادہ صراحت حضرت ام سلمہ کی اس خواہش میں ہے۔ فرماتی ہیں:

فقلت یا رسول اللہ انا من اھل البیت فقال: ان لک عند اللہ خیراً فوددت انہ قال نعم فکان احب الی مما تطلع الشمس و تغرب۔ (مشکل الآثار ۱:۲۳۶)

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں؟ فرمایا: تیرے لیے اللہ کے ہاں خیر ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں: میری خواہش تھی کہ آپ ہاں فرما دیں۔ تب یہ بات میرے لیے ہر اس چیز سے بہتر تھی جس پر سورج طلوع اور غروب کرتا ہے۔

حضرت ام سلمہ کے اس جملے میں ان لوگوں کا جواب ہے جو انت علی خیر کا یہ مفہوم لیتے ہیں: تم تو ہو ہی خیر پر۔

یہ لوگ کہتے ہیں:

ان میں سے بعض روایات میں جو یہ بات آئی ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کو نبی نے اس چادر کے نیچے نہیں لیا جس میں حضورؐ نے ان چاروں اصحاب کو لیاتھا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضورؐ نے ان کو اپنے گھر والوں سے خارج قرار دیا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیویاں تو اہل بیت میں شامل تھیں ہی، کیونکہ قرآن نے انہی کو مخاطب کیا تھا لیکن حضورؐ کو اندیشہ ہوا کہ ان دوسرے اصحاب کے متعلق ظاہر قرآن کے لحاظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہ اہل بیت سے خارج ہیں۔ اس لیے آپؐ نے تصریح کی ضرورت ان کے

حق میں محسوس فرمائی، نہ کہ ازواج مطہرات کے حق میں۔۔۔ (تفہیم القرآن)

۵۔ ان سب سے زیادہ صراحت براء بن عازب کی روایت میں ہے جس میں حضورؐ نے فرمایا:

ھؤلاء عترتی و اھلی فاذھب عنھم الرجس۔ (ملاحظہ ہو المعجم الکبیر طبرانی ۲۳: ۳۹۶ حدیث نمبر ۹۴۷۔ کامل ابن عدی ۷: ۳۳۴ راوی نمبر ۱۱۶۶۳ھ)

یہ ہیں میری عترت اور اہل ان سے پلیدی کو دور فرما۔

اس حدیث نے کسی قسم کی تاویل و توجیہ کے لیے گنجائش ختم کر دی چونکہ اہل بیت کو عترت کے ساتھ مربوط کرنے کی صورت میں غیر عترت ان میں شامل نہیں ہیں۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں وہ صراحت موجود ہے جس کے بعد منکر کے علاوہ کسی اور کے لیے توجیہ و تاویل کا کوئی جواز نہیں ہے۔ فرمایا:

نزلت ھذہ الایۃ فی خمسۃ فِیَّ و فی علی و حسن و حسین و فاطمہ انما یرید اللہ۔۔۔ (تفسیر ابن کثیر ذیل آیت۔ تفسیر طبری ذیل آیہ۔ الدرالمنثور ۵: ۱۹۸۔ تفسیر ابن ابی حاتم ذیل آیت۔)

یہ آیت پانچ ہستیوں کی شان میں ہے۔ میری، علی، حسن اور حسین اور فاطمہ کی شان میں ہے۔

۷۔ عبد اللہ بن جعفر کی روایت میں آیا ہے:

اللّٰھم ھؤلاء آلی فصل علی محمد وآل محمد۔ (ملاحظہ ہو المستدرک ۲:۱۴۷۔ قال الحاکم ھذا حدیث صحیح الاسناد۔)

اے اللہ! یہ میری آل ہیں۔ محمد اور آل محمد پر درود بھیج۔

دو اہم دلائل: آیت تطہیر کے تحت اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ازواج کے شامل نہ ہونے پر گزشتہ احادیث کی روشنی میں دو اہم دلائل اور موجود ہیں:

پہلی دلیل: پہلی دلیل احادیث میں موجود وہ جملے ہیں جن میں ازواج کو دور، اپنی جگہ رہنے کا حکم دیا گیا اور صریح لفظوں میں اہل بیت علیہم السلام کا تعین فرمایا۔

پہلا جملہ: تنحیّ ایک طرف ہو جاؤ ہے۔ حافظ ابن کثیر نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے:

جب حضورؐ علی اور حضرت فاطمہ، ام سلمہ کے ہاں گھر میں داخل ہونا چاہتے تھے اس موقع پر حضورؐ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا: قومی فتنحی عن اھل بیتی۔ اٹھو میرے اہل بیت سے ایک طرف ہو جاؤ۔ (تفسیر ابن کثیر ذیل آیت)

حضرت عائشہ خود روایت کرتی ہیں:

میں قریب گئی اور کہا: اے رسول اللہ! کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں شامل ہوں؟ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا: تنحی فانک علی خیر۔ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ تم خیر پر ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ذیل آیت)

دوسرا جملہ: انتِ من ازواج النبی۔ تیرا شمار ازواج نبی میں ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہ نے حضورؐ سے سوال کیا: کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ازواج نبی سے ہے۔ یعنی اہل بیت سے نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر و تفسیر طبری)

تیسرا جملہ: اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی و خاصتی: اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے خاص افراد۔

متعدد مصادر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات علی، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو کساء کے نیچے بٹھا کر فرمایا: اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے خاص افراد۔ (تفسیر طبری ذیل آیت۔ تفسیر ابن ابی حاتم ذیل آیت)

چوتھا جملہ: مکانک جہاں ہو، وہیں رہو۔ حضرت ام سلمہ کی چند ایک روایات میں یہ جملہ آیا ہے

کہ جب ام سلمہ نے کساء میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مکانک جہاں ہو، وہیں رہو۔ یعنی اہل بیت میں شامل ہونے کی توقع نہ رکھو۔ (تفسیر طبری۔ تفسیر قرطبی)

پانچواں جملہ: فوددت انہ قال نعم فکان احب الی مما تطلع الشمس وتغرب۔ حضرت ام سلمہ کی ایک روایت میں آیا ہے:

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی اہل بیت سے ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لک عند اللہ خیراً۔ تیرے لیے اللہ کے ہاں خیر ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں: میری خواہش تھی آپ ہاں فرمائیں۔ تب یہ بات میرے لیے ہر اس چیز سے بہتر تھی جس پر سورج طلوع اور غروب کرتا ہے۔

چھٹا جملہ: ھؤلاء عترتی واھلی۔ حضرت براء بن عازب کی روایت میں ہے کہ اصحاب کساء کو کساء میں جمع کرنے کے بعد فرمایا: ھؤلاء عترتی واھلی۔ یہ میری عترت اور میرے اہل ہیں۔ ظاہر ہے عترت کی تعبیر کے بعد ازواج کی اہل بیت میں شمولیت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت براء بن عازب کی روایت ملاحظہ ہو: المعجم الکبیر طبرانی ۲۳: ۳۹۶ حدیث نمبر۹۴۷ وغیرہ۔

ساتواں جملہ: اللھم ھولاء آلی۔ اے اللہ یہ میری آل ہیں۔ یہ روایت حضرت عبد اللّٰہ بن جعفر کی ہے۔ ملاحظہ ہو المستدرک ۲: ۱۴۷۔ مؤلف نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ آل محمد کون ہیں اسے سمجھنے کے لیے آل ابراہیم کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ چونکہ درود میں آل محمد کو آل ابراہیم کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے۔ اللّٰھم صلی علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم۔

آٹھواں جملہ: فجذبہ من یدی: رسولؐ نے چادر میرے ہاتھ سے کھینچ لی۔ حضرت ام سلمہ کی ایک روایت میں یہ جملہ مذکور ہے۔ چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

فرفعت الکساء لا دخل معھم فجذبہ من یدی وقال: انک علی خیر۔ (مسند احمد ۳: ۲۹۲ اور ۳۲۳)

میں نے چادر اٹھائی تاکہ میں بھی ان میں داخل ہو جاؤں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر میرے ہاتھ سے کھینچ لی اور فرمایا تم خیر پر ہو۔

دوسری دلیل: انتہائی قابل توجہ ہے۔ اپنے اہل بیت کے تعین کے لیے ممکنہ تمام اہتمامات کے ساتھ نص صریح قائم فرمانے کے بعد مستقبل بعید پر نگاہ رکھنے والے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو مزید راسخ کرنے کے لیے ایک حکمت عملی اختیار فرمائی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کے لیے لمحہ فکریہ ہے:

ششماہہ دورانیہ: وہ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مدت تک روزانہ ہر نماز کے وقت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازے پر تشریف لے جاتے اور فرماتے:

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اہل البیت! اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔

۱۔حضرت ابن عباس کہتے ہیں: میں نو ماہ تک رسول اللہؐ کے ساتھ یہ دیکھتا رہا کہ آپؐ ہر نماز کے وقت دروازہ فاطمہ سلام اللہ علیہا پر جا کر اسی آیت کی تلاوت کرتے رہے۔ (الدر المنثور ۵:۳۴۸)

۲۔ ابوبرزہ راوی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سترہ ماہ تک نماز پڑھتا رہا ہوں۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے نکل کر دروازہ فاطمہ سلام اللہ علیہا پر جا کر السلام علیکم فرماتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے۔ (مجمع الزوائد باب فضل اہل البیت)

۳۔ انس بن مالک راوی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ ماہ تک صبح کی نماز کے وقت باب فاطمہ سلام اللہ علیہا پر جا کر فرماتے رہے: الصلوۃ یا اھل البیت! اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ.... (صحیح الترمذی ۵: ۳۲۸۔ مسند احمد بن حنبل ۲: ۲۰۹۔ المستدرک ۳: ۱۵۸)

۴۔ ابوالحمراء سے روایت ہے:

حفظت من رسول اللہ ثمانیۃ اشہر بالمدینۃ لیس من مرۃ یخرج الی صلوۃ الغداۃ الا اتی علی باب علی فوضع یدہ علی جبنتی الباب ثم قال: الصلوۃ الصلوۃ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا۔

مجھے یاد ہے کہ آٹھ ماہ تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہؐ صبح کی نماز کے لیے گھر سے نکلے ہوں اور دروازۂ علی پر نہ آئے ہوں اور دروازے کے چوکھٹوں پر ہاتھ رکھ کر یہ نہ فرمایا ہو: الصلوۃ الصلوۃ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ

لِيُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ ال بَی تِ وَ یُطَہِّرَکُم تَط ہِی رًا۔

بعض دیگر روایات میں یہ مدت سترہ ماہ اور انیس ماہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو تفاسیر ابن کثیر، طبری ذیل آیہ۔ اسد الغابہ ، مشکل الآثار وغیرہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قائم ان نصوص اور صراحتوں کے بعد اہل بیت علیہم السلام کے تعین میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

اہل بیت رسولؐ کے مصداق کا تعین

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعین میں کوئی دشواری درپیش نہیں ہے۔ حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سے مواقع ایسے آئے ہیں جن میں بلا نزاع اہل بیت علیہم السلام کا تعین ہوگیا ہے۔ بعنوان مثال درجہ ذیل مواقع قابل مطالعہ ہیں:

۱۔ مباہلہ: تقریباً تمام مفسرین، مورخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ مباہلہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہمراہ حضرت علی، حضرت فاطمہ و حسنین علیہم السلام کو لیا اور یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی ابناء کے ساتھ نساَء کا ذکر آیا ہے وہاں نساَء سے مراد بیٹیاں ہیں۔ جیسے: وَ یُذَبِّحُو نَ اَب نَآءَکُم وَ یَس تَح یُو نَ نِسَآءَکُم ---- (۱۴ ابراہیم: ٦)

۲۔ آیت مؤدت: قُل لَّا اَس ئَلُکُم عَلَی ہِ اَج رًا اِلَّا ال مَوَدَّۃَ فِی ال قُر بٰی---- (۴۲ شوری: ۲۳) اس آیت کے شان نزول میں ابن تیمیۃ تک کو اعتراف ہے کہ ال قُر بٰی سے مراد علی، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام ہیں۔

۳۔ حالت جنابت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے بھی اہل بیت کا تعیّن ہوتا ہے۔ ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الا ان مسجدی حرام علی کل احائض من النساَء وکل جنب من الرجال الا علی محمد و اہل بیتہ علی و فاطمۃ والحسن والحسین۔ (السنن الکبریٰ ۷: ٦۵۔ الغدیر ۳: ۲۱۲)

آگاہ رہو! بے شک میری مسجد میں عورتوں میں سے حائض اور مردوں میں سے ہر مجنب شخص کا آنا حرام ہے سوائے محمد اور ان کے اہل بیت علی، فاطمہ اور حسن و حسین کے۔

۴۔ عترتی اہل بیتی: اہل بیت کے تعین کے لیے ایک اہم دلیل وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مقامات میں جملۂ اہل البیت کے ساتھ عترتی کا توضیحی لفظ شامل فرمایا۔

سیاق و سباق: گزشتہ صحیح الاسناد احادیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ آیت صرف اہل بیت علیہم السلام یعنی رسول کریمؐ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن و حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے یہ بات از خود واضح ہو جاتی ہے کہ یہ آیت دوسری آیات سے جدا نازل ہوئی ہے۔

ثانیاً سیاق آیات لفظاً و معناً ایک نہیں ہے۔ چنانچہ ازواج کے لیے جمع مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور آیۃ

تطہیر میں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

معنی میں ایک جیسا لہجہ کلام نہیں ہے بلکہ آیت میں ازواج کے لیے تنبیہ کا لہجہ ہے۔ ازواج سے فرمایا:

وَ قَر نَ فِی بُیُو تِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّج نَ تَبَرُّجَ الۡ جَاہِلِیَّۃِ الۡ اُو لٰی۔۔۔

اپنے گھروں میں ٹک کر کے بیٹھی رہو اور جاہلیت اولیٰ کی طرح اپنے آپ کو نمایاں نہ کرو۔

اہل بیت اطہار علیہم السلام کے لیے تطہیر کا مژدہ، انداز تخاطب میں واضح فرق اہل خرد کے لیے دعوت فکر ہے۔

نیز سیاق سے استدلال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ثابت ہو کہ یہ آیات ایک ساتھ اور ایک مناسبت سے نازل ہوئی ہیں جب کہ گزشتہ صحیح الاسناد روایات سے تو یہ ثابت ہے کہ آیہ تطہیر جدا نازل ہوئی ہے۔

۱۔ چنانچہ ابو المحاسن حنفی اپنی کتاب معتصر المختصر ۲: ۲٦۷ میں آیت تطہیر کے استقلال کے بارے میں لکھتے ہیں:

والکلام لخطاب ازواج النبی ثم عند قولہ: وَ اَقِم نَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِی نَ الزَّکٰوۃَ و قولہ تعالی:اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ لِیُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ الۡ بَی تِ استئناف تشریفاً لاهل البیت و ترفیعاً لمقدارهم الا تری انہ جاء علی خطاب المذکر فقال: عَنۡکُمُ و لم یقل عنکن فلا حجۃ لاحد فی ادخال الازواج فی هذه الایۃ یدل علیہ ما روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان اذا اصبح اتی باب فاطمۃ فقال: السلام علیکم اهل البیت! اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ لِیُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ الۡ بَی تِ وَ یُطَہِّرَکُم تَط ہِی رًا۔

ازواج سے خطاب کا کلام وَ اَقِم نَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِی نَ الزَّکٰوۃَ پر ختم ہوگیا اور اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ لِیُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ الۡ بَی تِ نیا کلام ہے۔ اس میں اہل البیت کے لیے شرافت اور ان کی قدر و منزلت کی بلندی کی بات ہے۔ چنانچہ یہ بات آپ کے سامنے ہے کہ اس میں مذکر سے خطاب کا طرز آیا اور فرمایا عَن کُمُ اور عنکنّ نہیں فرمایا۔ لہٰذا ازواج کو اہل بیت میں داخل کرنے کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فاطمہ کے دروازے پر تشریف لاتے اور فرماتے : السلام علیکم اهل البیت! اِنَّمَا یُرِی دُ اللّٰہُ لِیُذ ہِبَ عَن کُمُ الرِّج سَ اَہ لَ الۡ بَی تِ وَ یُطَہِّرَکُم تَط ہِی رًا۔

سوال: پھر یہ آیت ازواج کے ذکر کے درمیان کیوں ہے؟

جواب: ہم نے مقدمہ میں ترتیب آیات اور ترتیب نزول کے بارے میں لکھا ہے اس کا یہاں دوبارہ ذکر دیتے ہیں:

یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ موجودہ قرآن میں آیات جس ترتیب سے درج ہیں وہ ترتیب نزولی کے مطابق نہیں کیونکہ:

ترتیب نزولی، وقت نزول کے تقاضوں کے مطابق ہے اور ترتیب قرآن، نظام قرآن کے تقاضوں کے مطابق ہے۔

اس کی وضاحت کے سلسلے میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ شروع میں شوہر کی وفات کی صورت میں عورت کے لیے ایک سال کی عدت واجب تھی اور پورا سال شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہ تھا نیز عورت کو شوہر سے میراث میں صرف ایک سال کا خرچہ ہی ملتا تھا۔ اس کا حکم اس طرح نازل ہوا:

وَ الَّذِیۡ نَ یُتَوَفَّوۡ نَ مِنۡ کُمۡ وَ یَذَرُوۡ نَ اَزۡ وَاجًا ۚۖ وَّصِیَّۃً لِّاَزۡ وَاجِہِمۡ مَّتَاعًا اِلَی الۡ حَوۡ لِ غَیۡ رَ اِخۡ رَاجٍ۔۔۔ (۲ بقرہ: ۲۴۰)

اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک انہیں (نان و نفقہ سے) بہرہ مند رکھا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔

مذکورہ بالا آیت کا حکم اسی سورہ کی اس سے پیشتر آنے والی ایک آیت کے ذریعے منسوخ ہو گیا جس میں ارشاد فرمایا:

وَ الَّذِیۡ نَ یُتَوَفَّوۡ نَ مِنۡ کُمۡ وَ یَذَرُوۡ نَ اَزۡ وَاجًا یَّتَرَبَّصۡ نَ بِاَنۡ فُسِہِنَّ اَرۡ بَعَۃَ اَشۡ ہُرٍ وَّ عَشۡ رًا۔۔۔ (۲ بقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

یہاں ترتیب نزولی کے مطابق پہلی آیت بعد میں نازل ہوئی کیونکہ یہ ناسخ ہے مگر قرآنی ترتیب میں ناسخ کا ذکر پہلے اور منسوخ کا ذکر بعد میں ہے۔

۲۔ ابن عباس، سدی، جبائی اور بلخی کے مطابق آیہ : اَلۡ یَوۡ مَ اَکۡ مَلۡ تُ لَکُمۡ دِیۡ نَکُمۡ وَ اَتۡ مَمۡ تُ عَلَیۡ کُمۡ نِعۡ مَتِیۡ وَ رَضِیۡ تُ لَکُمُ الۡ اِسۡ لَامَ دِیۡ نًا۔۔۔ (۵ مائدہ: ۳) کے بعد کوئی فرض حکم نازل نہیں ہوا اور حضرت محمد باقر اور حضرت جعفر صادق علیہما السلام سے بھی یہی منقول ہے۔ چنانچہ سدی کے الفاظ یہ ہیں:

لم ینزل بعدھا حلال و لاحرام۔ (سیوطی الدرالمنثور ۲: ۲۵۹)

اس آیت کے بعد حلال و حرام کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

حالانکہ اب یہ آیت سورہ مائدہ میں درج ہے اور اس کے بعد بے شمار آیات احکام موجود ہیں۔

۳۔ اِنَّ الصَّفَا وَ الۡ مَرۡ وَۃَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔۔۔ (۲ بقرہ: ۱۵۸) صلح حدیبیہ کے بعد اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کے لیے حج کرنا ممکن ہوا۔ جب کہ یہ آیت سورۂ بقرہ میں درج ہے جو کہ مدینے میں نازل ہونے والا سب سے پہلا سورہ ہے۔

۴۔ وَ اتَّقُوۡ ا یَوۡ مًا تُرۡ جَعُوۡ نَ فِیۡ ہِ اِلَی اللّٰہِ۔ بقولے سب سے آخر میں اتری ہے اور اگر سب سے آخر میں نہیں تو اواخر میں یقینا ہے۔ جب کہ اب یہ آیت سورہ بقرہ کی ۲۸۱ ویں آیت ہے۔

لہٰذا موجودہ نظام قرآن کے بارے میں سنت ثابتہ کی طرف سے آنے والی وضاحت ہی حجت ہے۔ اس کی موجودگی میں سیاق کا انعقاد نہیں ہوتا۔

سیاق و سنت ثابتہ: ہم اگر یہ فرض بھی کرلیں کہ یہ آیات ایک ساتھ ایک ہی مناسبت میں اور ایک ہی جگہ نازل ہوئی ہیں تو اگر سنت ثابتہ قرآن کے سیاق کے مطابق نہ ہو تو اس صوررت میں سنت ثابتہ سیاق پرمقدم ہے چونکہ سیاق سے تو بظاہر معنی سمجھا جاتا ہے جب کہ سنت ثابتہ سے صراحت کے ساتھ سمجھا جاتا ہے اور ظاہر پر صراحت مقدم ہے۔ چنانچہ ہم نے پہلے بھی اس کا ذکر کیا ہے: فتقدم السنہ علی السیاق تقدم النص علی الظہور۔ چونکہ سنت مفسر کتاب اور مبین رموز قرآن ہے لہٰذا سنت بعنوان مفسر و مبین، ظہور پر مقدم ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ قرآن کے ظہور سے ہم نے جو کچھ سمجھا ہے ہماری سمجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم مقدم ہے۔ ورنہ اگر سنت سے ہٹ کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس صورت قرآن اس کشتی کے مانند ہو کر رہ جائے گا جس کا ناخدا نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر قرآن کو سنت ثابتہ کی روشنی میں سمجھنے کو گوارا نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے اپنی سمجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمجھ پر مقدم کیا ہے۔ فافھم ذلک ۔

ہمارا فہم مقدم ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا؟: سیاق سے جو ظاہری معنی سمجھ میں آتا ہے وہ ہماری سمجھ ہے اور آیت کی تشریح جو سنت ثابتہ میں موجود ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فہم ہے۔ کوئی مسلمان اس بات کی جرأت نہیں کرے گا کہ رسولؐ کے فہم پر اپنے فہم کو مقدم قرار دے۔ نہ ہی کوئی مسلمان احادیث رسولؐ کو نظر انداز کر سکے گا۔ لہٰذا اہل البیت کی تشریح جو رسول اللہؐ نے فرمائی ہے اسے تسلیم کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ البتہ ناصبی ان احادیث کو تسلیم نہیں کرے گا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹل فیصلہ ہے: مؤمن علی سے بغض نہیں رکھے گا اور منافق علی سے محبت نہیں کرے گا۔

واضح رہے جنہیں عصر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منافق کہتے تھے، انہیں عصر علی علیہ السلام میں خوارج اور ہمارے زمانے میں ناصبی کہتے ہیں۔

ذوق سلیم۔ فہم سلیم: ایسے علماء کی بھی کمی نہیں جن کا فہم و ذوق کسی قسم کے تعصب کی وجہ سے مجروح نہ ہوا۔ چنانچہ اہل سنت کے قدیم اور متاخرین جلیل القدر علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اہل بیت سے مراد کون ہیں۔ ہم ذیل صرف چند ایک علمائے سلف کی تصریحات پر اکتفا کرتے ہیں:

۱۔ ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ کہتے ہیں:

ان المرادین بما فیھا ھم رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و حسن و حسین دون من سواھم۔ (مشکل الآثار ۲: ۲٦۹ حدیث نمبر٦۵۵ کے ذیل میں۔)

اس آیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی مراد نہیں ہے۔

۲۔ ابوبکر نقاش متوفی ۳۵۱ ھ آیت تطہیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

اجمع اکثر اهل التفسیر انها نزلت فی علی و فاطمۃ والحسن والحسین صلوات اللہ علیہم۔ (مقریزی فضل آل البیت ۔ صفحہ ۷۵)

اکثر اہل تفسیر کا اجماع ہے کہ یہ آیت علی ، فاطمہ ، حسن اور حسین صلوات اللہ علیہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ ابوبکر شافعی متوفی ۳۵۴ ھ اپنی کتاب الفوائد میں لکھتے ہیں:

و اهل البیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی و فاطمہ و الحسن و الحسین۔ (الفوائد الغیلانیات ۳: ۲۶۴ حدیث ۲۵۹)

اور اہل بیت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، علی ، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔

۴۔ اجری بغدادی متوفی ۳٦٠ ھ کتاب الشریعۃ ۴: ۷۴ میں تصریح کرتے ہیں:

وھم علی و فاطمۃ والحسن و الحسین رضی اللہ عنہم۔

اور وہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

۵۔ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ آیت تطہیر کے شان نزول کے بارے میں بعض احادیث جو مسلم اور بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہیں، نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

انّما خرجتہ لیعلم المستفید ان اہل البیت والآل جمیعاً ہم۔ (المستدرک ۳: ۱۴۸)

میں نے ان احادیث کو اس کے لیے بیان کیا تاکہ ان سے استفادہ کرنے والا یہ جان لے کہ اہل بیت اور آل صرف یہی لوگ ہیں۔

٦۔ ابن عساکر دمشقی شافعی متوفی ۵۷۱ ھ اپنی کتاب الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین میں پنجتن علیہم السلام کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

و الایۃ نزلت خاصۃ فی هؤلاء المذکورین واللہ اعلم۔

یہ آیت صرف مذکورہ ہستیوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۷۔ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ تاریخ الاسلام ۱: ۳۷۲ میں لکھتے ہیں:

۸۔ نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۲۸ ھ اپنی کتاب غرائب القرآن میں تصریح کرتے ہیں:

آیت مباہلہ و آیت تطہیر علی، فاطمہ اور حسنین کی شان میں نازل ہوئی۔

۱۔ علامہ الشیخ حسن بن علی السقاف، البانی کی اس بات کے جواب میں کہ شیعہ کا اس آیت کو علی، فاطمہ،

حسن اور حسین علیہم السلام کے ساتھ تخصیص کرنا اور ازدواج کو خارج سمجھنا ان کی طرف سے ان آیات کی تحریف ہے۔ لکھتے ہیں:

البانی کی یہ بات سنت رسولؐ کو رد کرنے کے لیے اٹھائے جانے والے شبہات اور کج روی میں سے ہے۔ اہل البیت کی تشریح میں موجود سنت رسولؐ کی رد کے لیے وہ قاری کو یہ دھوکہ دینا چاہتا ہے جو اہل کساء کو ہی اہل البیت مانتا ہے وہ شیعہ ہے۔ جب کہ حق یہ ہے کہ تمام اہل سنت اسی بات کے قائل ہیں۔ ان سے پہلے خود رسولؐ جو لاینطق عن الھوی ہیں اسی بات کے قائل ہیں لیکن ناصبیت نے البانی کے لیے رد حدیث کو سجایا ہے۔ (صحیح شرح العقیدۃ الطحاوی: ٦۵۵)

معجم الفاظ القرآن الکریم۔ مجمع اللغۃ العربیہ کی طرف سے ترتیب دی گئی اس کتاب کے جلد اول صفحہ ١٣٨ میں البیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اہل بیت الرجل اسرتہ و اطلق فی القران اھل البیت علی اسرۃ ابراھیم و تعورف فی الاستعمال اھل البیت لآل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

انسان کے اہل بیت کے معنی انسان، اس کا خاندان ہے اور قرآن میں اہل بیت کا لفظ حضرت ابراہیم کے خاندان کے لیے استعمال ہوا ہے اور آل مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اہل بیت کا استعمال متعارف ہے۔

علامہ ابوبکر حضرمی رشفۃ الصادی الباب الاول میں لکھتے ہیں:

والذی قال بہ الجماھیر وقطع بہ اکابر الائمۃ وقامت بہ البراہین و تظافرت بہ الادلۃ ان اھل البیت المرادین فی الایۃ ہم سیدنا علی و فاطمۃ و ابناھما و ما تخصیصھم بذلک منہ صلی اللہ علیہ وسلم الا عن امر۔

جس بات کا جمہور قائل ہے اور اکابر ائمہ نے جس پر یقین کیا ہے اور جس بات پر براہین قائم ہیں اور دلائل سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے اہل البیت سے مراد سیدنا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خاص سے ہی ان کومخصوص کیا ہے۔

آگے لکھتے ہیں:

مؤلف روح البیان نے جو کہا ہے کہ اہل بیت سے صرف پنجتن مراد لینا شیعہ نظریہ ہے، صرف زور گوئی ہے چونکہ کتب احادیث اور کتب اہل سنت میں جو کچھ ہے وہ چشم بینا رکھنے والوں کے لیے کافی ہے۔

علامہ شوکانی ان لوگوں کی رد میں لکھتے ہیں جو کہتے ہیں یہ آیت ازواج کے بارے میں ہے:

ویجاب عن ھذا بانہ و رد بالدلیل الصحیح انھا نزلت فی علی و فاطمہ و الحسنین۔ (ارشاد الفحول البحث الثامن من المقصد الثالث)

اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ صحیح دلیل وارد ہے کہ یہ آیت علی، فاطمہ اور حسنین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ سمہودی جواہر العقدین باب اول میں لکھتے ہیں:

وھولاء هم اہل الکساء فہم المرادین من الایتین الباهلة والتطهیر۔

ان سے مراد اہل کساء ہیں اور آیہ مباہلہ و آیہ تطہیر سے یہی حضرات مراد ہیں۔

علامہ ابو منصور ابن عساکر اپنی کتاب الاربعین فی مناقب امہات المؤمنین میں ام سلمہ کی روایت کے بعد لکھتے ہیں

اہل البیت سے مراد رسول اللہ علی فاطمہ حسن اور حسین ہیں۔

علامہ سید محمد حبسوس شرح الشمائل میں حدیث کے ذکر کے بعد اہل کساء کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفی ذلک اشارة الی انهم المراد باهل البیت فی الآیة۔

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہی ہستیاں ہی اہل البیت سے مراد ہیں۔

جناب توفیق ابو علم نے اپنی کتاب اہل البیت میں عبدالعزیز بخاری کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقد اوضحنا بما لا مزید علیہ ان المقصود من اهل البیت هم العترة الطاهرة لا الازواج۔

ہم نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ مزید کی ضرورت نہیں ہے کہ اَہْلَ الْبَیْتِ سے مراد عترت طاہرین ہیں، نہ کہ ازواج۔

علامہ ابن الجوزی اس بات کا جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں مذکر کا صیغہ کیسے استعمال ہوا؟:

اول یہ کہ اہل البیت علیہم السلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شامل ہیں لہٰذا تغلیباً مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آیت علی، حسن و حسین علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ (زاد المسیر ٦: ٣٨١)

طحاوی حضرت ام سلمہ سے حدیث کساء کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

ان روایات میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ حضرت ام سلمہ سے فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام سلمہ اس آیت میں شامل نہیں ہیں اور اس سے مراد رسول اللہؐ، علی، فاطمہ حسن و حسین علیہم السلام ہیں، نہ کہ دوسرے۔ (تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل آلاثار ٨: ٤٧٦)

ابوالمحاسن علامہ یوسف بن موسی الحنفی صحیح شرح العقیدہ الطحاویة صفحہ ٦۵۵ میں فرماتے ہیں:

ازواج کے لیے خطاب وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ پر ختم ہو گیا اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ سے نئے سرے سے خطاب، اہل البیت کے لیے دستور بیان کرنے، ان کی شان کی بلندی کا ذکر کرنے کے لیے ہے۔ اسی لیے جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا اور

عنکم فرمایا عنکن نہیں فرمایا۔ لہٰذا ازواج کو داخل کرنے کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ازواج کے داخل نہ ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازے پر جاکر السلام علیکم اہل البیت فرمایا کرتے تھے۔

جناب مولانا ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی صاحب مفتی رشید احمد کی رد میں لکھتے ہیں:

بہر حال اصل موضوع سے متعلق عرض ہے کہ حضرت مولانا (مفتی رشید احمد) نے علی ، حسن ، حسین اور فاطمہ کو اہل بیت میں شامل کرنے والوں کو ملحد قرار دیا ہے اور یہ جو انہوں نے فرمایا ہے کہ شیعہ، خانوادۂ نبویؐ کے ان اولین افراد کو اہل بیت کہتے ہیں، یہ بڑی افسوس ناک غلط بیانی ہے۔ ہم نے اس مقالے کے ابتدا ہی میں امام طبری و حافظ ابن کثیر کی تفاسیر سے متعدد احادیث نقل کی ہیں جن میں سورۂ احزاب کی آیت تطہیر کی تفسیر میں اہل بیت کا اطلاق صرف حضرات فاطمہ، علی، حسن، حسین اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے تو کیا اہل سنت کے یہ دونوں امام و محدث و مفسر بھی شیعہ تھے؟ حیف صد حیف کہ سنت کا دعویٰ کرنے والے احادیث نبوی کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں۔ (ناصبیت تقدس کے بھیس میں ص ۲۲)

مولانا ڈاکٹر سید رضوان ندوی صاحب اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں:

اور پھر جہاں تک احادیث کا تعلق ہے اور جن سے ہم ناصبی فکر کے خلاف کافی ثبوت پیش کر چکے ہیں ان میں ایک بدیہی ثبوت یہ ہے کہ حدیث کے انتہائی مشہور متداول اور مستند مجموعے مشکوۃ میں کتاب المناقب کا ایک باب ہے: باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اور اس کے فوراً بعد ایک دوسرا باب: باب مناقب ازواج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ اگر ازواج النبی ہی اہل البیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہوتیں تو ازواج النبی علیہ الصلوۃ والسلام کے نام سے ایک علیحدہ باب کی کیا ضرورت تھی؟ ذرا غور کریں۔ مزید کہ مناقب اہل النبی علیہ الصلوۃ والسلام کے تحت جتنی احادیث مشکوۃ میں درج ہیں خواہ علی حدہ علی حدہ امام بخاری و مسلم کی ہوں، خواہ متفق علیہ ہوں، خواہ ترمذی و دیگر کتب حدیث سے منقول ہوں، ان سب میں حضرت فاطمہ ، حضرت علی و حضرات حسنین کے مناقب مذکور ہیں، ازواج مطہرات کے نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم کی حدیث میں ہے کہ حقیقی اہل بیت خاندان نبوی کے افراد ہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَہُوَشَہِيْدٌ۔ (۵۰ ق:۳۷)

الکوثر فی تفسیر القران جلد 7 صفحہ 46

آیت تطہیر کے مصداق پنجتن ع

انّما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً ۔

الاحزاب /۳۳

خدا یہ چاہتا ہے کہ اے اہل بیت رسول !تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

تفسیر آیہ

ابن ابی شیبہ، احمد، ابن جریر، ابن المنذر ،ابن ابی حاتم طبرانی ،حاکم اور بیہقی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں واثلہ ابن الاسقع سے روایت کی ہے،انہوں نے کہا

جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیٰ فاطمۃ (ع) ومعہ حسن (ع)و حسین (ع) و علی (ع) حتیٰ دخل فادنیٰ علیاً و فاطمۃ فاجلسھما بین یدیہ و اجلس حسناً وحسیناً کل واحد منھما علیٰ فخذہ ثم لفّ علیھم ثوبہ وانا مستندبرہم ثم تلا ہٰذہ الآیۃ :انما یرید اللہ....

پیغمبراسلام (ص) حسنین(ع)اور حضرت علی کے ہمراہ حضرت فاطمہ زہرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت (ص)نے گھر میں داخل ہونے کے بعد حضرت زہرا اور حضرت علی کو بلا کراپنے قریب بٹھایا اور حسن – و حسین- میں سے ہر ایک کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھایا پھر سب پر ایک چادر اوڑھائی اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

اہلیسنت کتب سے

المُسْتَدْرَكُ عَلَى الصَّحِيحَيْنِ

للإمام الحافظ أبي عبد الله الحاكم النيسابوري

رحمه الله تعالى

طبعة

فخذيه، وأدنى فاطمة من حجره وزوجها، ثم لف عليهم ثوبًا، وقال: ﴿إنما يُريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣]، ثم قال: «هؤلاء أهل بيتي، اللهم أهل بيتي أحق».

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

٤٧٧٠- حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا الربيع بن سليمان المرادي وبحر بن نصر الخولاني قالا ثنا بشر بن أحمد المحبوبي بمرو ثنا سعيد بن مسعود ثنا عبيد الله بن موسى أنا زكريا بن أبي زائدة ثنا مصعب بن شيبة عن صفية بنت شيبة قالت: حدثتني أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها قالت: خرج النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم غداة وعليه مرط مرجل من شعر أسود، فجاء الحسن والحسين فأدخلهما معه، ثم جاءت فاطمة فأدخلها معهما، ثم جاء علي فأدخله معهم، ثم قال: ﴿إنما يُرِيدُ الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣].

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه(١).

٤٧٧١- كتب إليّ أبو إسماعيل محمد بن النحوي يذكر أن الحسن بن عرفة حدثهم قال حدثني علي بن ثابت الجزري ثنا بكير بن مسمار مولى عامر بن سعد سمعت عامر بن سعد يقول: قال سعد: نزل على رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم الوحي، فأدخل عليًا وفاطمة وابنيهما تحت ثوبه، ثم قال: «اللهم هؤلاء أهلي وأهل بيتي»(٢)(•).

٤٧٧٢- حدثني أبو الحسن إسماعيل بن محمد بن الفضل بن محمد الشعراني ثنا جدي ثنا أبو بكر بن أبي شيبة الحزامي ثنا محمد بن إسماعيل بن أبي فديك حدثني عبد الرحمن بن أبي بكر المليكي عن إسماعيل بن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب عن أبيه قال: لما نظر رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم إلى الرحمة هابطة قال: «ادعوا لي، ادعوا لي»، فقالت صفية: من يا رسول الله؟ قال: «أهل بيتي: عليًا، وفاطمة، والحسن، والحسين»،

(١) بل قد أخرجه مسلم من حديث مصعب بن شيبة به، ومصعب ليس من رجال البخاري، وهو أيضًا متكلم فيه، أخرجه مسلم (١٨٨٣/٤).

(٢) قد أخرجه مسلم (١٨٧١/٤).

(•) (قلت): علي وبكير تكلم فيهما. (الذهبي).

فجيء بهم، فألقى عليهم النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم كساءه، ثم رفع يديه، ثم قال: «اللهم هؤلاء آلي فصلِّ على محمد وعلى آل محمد»، وأنزل الله عز وجل: ﴿إنما يُريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرًا﴾ [الأحزاب: ٣٣].

هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه(١)، وقد صحت الرواية على شرط الشيخين أنه علمهم الصلاة على أهل بيته كما علمهم الصلاة على آله.

٤٧٧٣- حدثنا أبو بكر أحمد بن سلمان الفقيه ببغداد ثنا أحمد بن زهير بن حرب ثنا أبو سلمة موسى بن إسماعيل ثنا عبد الواحد بن زياد ثنا أبو فروة حدثني عبد الله بن عيسى بن عبد الرحمن بن أبي ليلى أنه سمع عبد الرحمن بن أبي ليلى يقول: لقيني كعب ابن عجرة فقال: ألا أهدي لك هدية سمعتها من النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم؟ قلت: بلى، قال: فأهدها إليّ، قال: سألنا رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم فقلنا: يا رسول الله كيف الصلاة عليكم أهل البيت؟ قال: «قولوا: اللهم صلِّ على

آیت تطہیر کا مصداق کون ہے؟

تتبع ا

راوی کہتا ہے جب رسول ﷺ نے دیکھا کہ رحمت خداوندی اتر رہی ہے فرمایا بلاؤ،ان کو میرے پاس بلاؤ،ان کو میرے پاس، صفیہ نے عرض کیا یا رسول ﷺ کن لوگوں کو فرمایا میرے اہل بیت کو، علی اور فاطمہ، حسن و حسین کو، جب انہیں بلایا گیا تو حضور ﷺ نے ان پر چادر ڈال کر ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے اور عرض کی اے اللہ! یہ ہیں میری آل، تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل کر اس کے بعد خداوند عالم نے آیت تطہیر کو نازل فرمایا۔

نوٹ: اس روایت میں چار خوبیاں ہیں: ۱۔ لفظ آل بھی موجود ہے ۲۔ لفظ اہل بیت بھی موجود ہے ۳۔ نزول آیت تطہیر کا بھی ذکر ہے ۴۔ اور پانچ ہستیوں کا بھی ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جس آل اور اہل بیت کی شان میں آیت تطہیر ہے وہ محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں اور یہ روایت ان کی عصمت پر بھی روشن دلیل ہے۔

(•) صوابه: «عبد الله» كما في «التقريب» و«التلخيص» للذهبي. اهـ. (فحي الطب).

الجَامِعُ الكَبِيرُ

للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى الترمذي

المتوفى سنة ٢٧٩هـ

المجلد السادس

المناقب والفهارس

حققه وخرج أحاديثه وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

دار الغرب الإسلامي

٣٧٨٧- حَدَّثَنَا قُتيبةُ بن سَعيدٍ، قَال: حَدَّثَنَا محمدُ بن سُليْمانَ ابن الأَصْبَهانيِّ، عن يحيى بن عُبَيدٍ، عن عَطاءِ بن أبي رَباحٍ، عن عُمرَ بن أبي سَلمةَ رَبِيبِ النَّبيِّ ﷺ، قال: نَزَلَتْ هذه الآيةُ على النبيِّ ﷺ ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾ [الأحزاب] في بَيْتِ أُمِّ سَلمةَ، فَدعَا النبيُّ ﷺ فَاطمةَ وَحَسناً وَحُسيْناً فَجلَّلَهُمْ بِكساءٍ وَعليٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجلَّلهُ بِكساءٍ ثُمَّ قال: «اللَّهُمَّ هؤُلاءِ أهْلُ بَيْتِي فَأذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهيراً». قالت أُمُّ سَلمةَ: وَأنا مَعهُمْ يَا رَسولَ اللهِ؟ قال: «أنْتِ على مَكانكِ وَأنْتِ إليَّ خَيْرٌ»(١).

وفي البابِ عن أُمِّ سَلمةَ، وَمَعْقلِ بن يَسارٍ، وأبي الْحَمْراءِ، وَأنَسِ ابن مَالكٍ.

وهذا حديثٌ غريبٌ من هذا الْوَجْهِ.

٣٧٨٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بن الْمُنْذِرِ الْكُوفيُّ، قَال: حَدَّثَنَا محمدُ بن فُضَيْلٍ، قال: حَدَّثَنَا الأَعْمشُ، عن عَطيَّةَ، عن أبي سَعيدٍ. وَالأَعْمَشُ، عن حَبِيبِ بن أبي ثَابتٍ، عن زَيْدِ بن أرْقَمَ، قالا: قال رَسولُ اللهِ ﷺ: «إنِّي تَاركٌ فيكُمْ مَا إنْ تَمسَّكْتُمْ بِهِ لن تَضِلُّوا بَعْدي أحَدُهُما أعْظمُ من الآخَرِ: كِتابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ من السَّماءِ إلى الأرْضِ. وَعِتْرَتي أهْلُ بَيْتي، وَلن يَتفرَّقا حتَّى يَرِدا عَليَّ الْحَوْضَ، فَانْظُروا كَيْفَ تَخْلُفوني فيهما»(٢).

(١) تقدم تخريجه في (٣٢٠٥).

(٢) حديث عطية، عن أبي سعيد: أخرجه ابن أبي شيبة ١٠/٥٠٦، وأحمد ٣/١٤ و١٧ و٢٦، ٥٩، وابن أبي عاصم (١٥٥٣) و(١٥٥٥)، وأبو يعلى (١٠٢١) و(١٠٢٧)

WWW.SHIAHAQ.COM
FARZAND E MUSTAFA

شرح مشكل الآثار

تأليف الإمام المحدث الفقيه المفسّر
أبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي
(٢٣٩ه - ٣٢١ه)

٧٧٤ ـ ما قد حدثنا ابنُ مرزوق، حدثنا روحُ بنُ عبادة، حدثنا حمادُ بنُ سلمة، عن علي بنِ زيدٍ

عن أنس أن رسول الله ﷺ كان إذا خَرَجَ لِصلاة الفجر يقول: «الصَّلاةَ يا أَهْلَ البيتِ، ﴿إنما يُريدُ الله﴾ الآية»[1].

٧٧٥ ـ وما قد حدَّثنا ابنُ مرزوق، حدثنا أبو عاصم النبيل، عن عبادة ـ قال أبو جعفر: وهو ابنُ مسلم الفزاري، من أهلِ الكوفة، قد روى عنه أبو نعيم ـ قال: حدثني أبو داود ـ قال أبو جعفر: وهو نفيعٌ الهمداني الأعمى من أهل الكوفة أيضاً ـ قال:

حدَّثني أبو الحمراء، قال: صَحِبْتُ رسولَ الله ﷺ تسعةَ أشهر، كان إذا أصبح، أتى بابَ فاطمة عليها السَّلامُ، فقال: «السَّلامُ عَلَيْكُم أهلَ البَيْتِ، ﴿إنَّما يُرِيدُ الله لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أهلَ البَيْتِ﴾ الآية»[2].

وفي هذا أيضاً دليلٌ على أهلِ هذه مَنْ هم، وبالله التوفيق.

سلمة مما ذكر فيها[1] لم يُرِدْ به أنها كانت ممن أريد به مما في الآية المتلوة في هذا الباب، وأن المرادِين بما فيها هُمْ رسولُ الله ﷺ، وعليٌّ، وفاطمةُ، وحسنٌ، وحُسينٌ عليهم السَّلامُ دونَ من سواهم.

ومما يدل على مراد رسولِ الله ﷺ بقوله لأم سلمة فيما روي في هذه الآثار من قوله لها: «أنت من أهلي».

٧٧٣ ـ ما قد حدَّثنا محمدُ بنُ الحجاج الحضرمي، وسليمانُ الكيساني قالا: حدَّثنا بِشْرُ بنُ بكر البجليُّ، عن الأوزاعي، أخبرني أبو عمار

حدثني واثلةُ، قال: أتيتُ علياً، فلم أجده، فقالت فاطمةُ: انطلق إلى رسول الله ﷺ يدعوه، قال: فجاء مَعَ رسول الله ﷺ، فدخلا ودخلتُ معهما، فدعا رسولُ الله ﷺ الحسنَ والحسينَ، فأقعدَ كُلَّ واحد منهما على فخذه، وأدنى فاطمة من حَجره وزوجَها، ثم لَفَّ عليهم ثوباً وأنا منتبذٌ، ثم قال: ﴿إنما يُريدُ الله﴾ الآية، ثم قال: «اللَّهُمَّ هؤلاءِ أَهْلِي، إنهم أهل حق» فقلتُ: يا رسولَ الله وأنا مِن أهلك؟ قال: «وأنتَ من أهلي»، قال: واثلةُ: فإنَّها من أرجى ما أرجو[2]

(١) في (ن): مما ذكرنا فيها.

(٢) إسناده صحيح. محمد بن الحجاج الحضرمي يكنى أبا جعفر، روى عن جمع، وقال ابن أبي حاتم ٢٣٥/٧: كتبت عنه بمصر، وهو صدوق ثقة. وسليمان الكيساني: قال السمعاني في «الأنساب» ١٠/٥٢٥: هذه النسبة إلى كيسان، وهو اسم لبعض أجداد المنتسب إليه، والمشهور منهم أبو محمد سليمان بن شعيب بن سليمان بن سُليم بن كيسان الكلبي، يعرف بالكيساني، من أهل مصر، يروي عن أبيه وأسد بن موسى وطبقتهما، وكان مولده بمصر سنة ١٨٥هـ، وتوفي في صفر سنة ٢٨٢هـ، وكان ثقة.

آیت تطہیر صرف پنجتن پاک کے لئے نازل ہوئی ہے

امام اہل سنت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ

آیت تطہیر میں فقط خود نبی کریم ﷺ، علی، فاطمہ حسن اور حسین مراد ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور مراد نہیں۔

رسول ﷺ ہر وقت صبح کے وقت حضرت فاطمہؑ کے دروازے پر تشریف لاتے اور آواز دیتے: سلام ہو تم پر اہل بیتؑ اور پھر آیت تطہیر کی تلاوت فرماتے۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام طحاوی کہتے ہیں کہ یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ آیت تطہیر صرف پانچ افراد کے بارے میں نازل ہوئی ہے بتوفیق اللہ کی طرف سے ہے۔

تهذيب خصائص الإمام علي

للإمام الحافظ الحجة أبي عبد الرحمن
أحمد بن شعيب المعروف بالنسائي

دار الكتب العلمية
بيروت ـ لبنان

علي رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ بعث ببراءة إلى أهل مكة مع أبي بكر، ثم أتبعه بعلي، فقال له: خذ الكتاب فامض به إلى أهل مكة. قال: فلحقه فأخذ الكتاب منه، فانصرف أبو بكر وهو كئيب، فقال لرسول الله ﷺ أنزل فيّ شيء؟ قال: لا، إلا أني أمرت أن أبلغه أنا أو رجل من أهل بيتي.

(٧٢) أخبرنا زكريا بن يحيى، قال: حدثنا عبد الله بن عمر قال: حدثنا أسباط، عن فطر، عن عبد الله بن شريك، عن عبد الله بن رقيم عن سعد قال: بعث رسول الله ﷺ أبا بكر ببراءة، حتى إذا كان ببعض الطريق أرسل علياً رضي الله عنه، فأخذها منه، ثم سار بها، فوجد أبو بكر في نفسه، فقال رسول الله ﷺ: «لا يؤدي عني إلا أنا أو رجل مني».

(٧٣) أخبرنا إسحاق بن إبراهيم بن راهويه، قال: قرأت على أبي، قرأت على موسى بن طارق، عن أبي صالح قال: حدثني عبد الله

(٧٢) إسناده ضعيف.

عبد الله بن عمر مرت ترجمته في الحديث (٤٠) واسباط هو ابن نصر وعبد الله بن الرقيم مرّ حاله في الحديث (٥٦).

(٧٣) اسناده ضعيف.

وقع اسم ابن جريج في «المطبوعة»: «أبو صالح»!

وهذا الحديث أخرجه المصنف في «الكبرى» وقال عقبة: «ابن خثيم ليس بالقوي في الحديث إنما أخرجت هذا لئلا يجعل ابن جريج عن أبي الزبير».

قلت: يعني بذلك أن يدلسه ابن جريج فيسقط ابن خثيم الضعيف ويرويه عن أبي الزبير. وقد قال الدارقطني: «تجنب تدليس ابن جريج فإن تدليسه قبيح لا يدلس إلا فيما سمعه من مجروح».

حضرت ابوبکر اہل بیت رسول ﷺ میں داخل نہیں ہیں۔

(جب ابوبکر اہل بیتؑ میں شامل نہیں تو آل ابراہیمؑ میں کیسے شامل ہو سکتا ہے)

نبی کریم ﷺ نے سورۃ براۃ کی چند آیات دے کر ابوبکر کو مکہ روانہ کیا اور پھر ابوبکر کے پیچھے حضرت علیؑ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ آیات لے کر آپ اہل مکہ کو پہنچائیں، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں ابوبکر کو ملا اور وہ تحریر اس سے لے لی۔ اور ابوبکر واپس آیا اور عرض کی یا رسول ﷺ کیا میرے بارے میں کوئی چیز نازل ہوئی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا نہیں، مگر مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان آیات کو میں خود پہنچاؤں یا کوئی ایسا مرد پہنچائے جو میرے اہل بیتؑ میں سے ہو۔

WWW.SHIAHAQ.COM
FARZAND E MUSTAFA